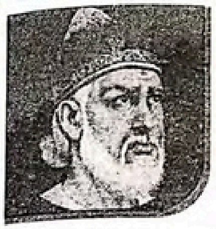

شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ

پیدائش: ۱۷۵۱ء

وفات: ۱۸۴۴ء

مصحفیؔ کی غزل دبستانِ دلّی اور دبستانِ لکھنؤ کے دِل آویز اِمتزاج کے ساتھ سامنے آتی ہے۔اُن کی غزل میں ایک طرف دبستانِ دلّی کا سوز وگداز ہے تو دوسری جانب دبستانِ لکھنؤ کی پیکر تراشی کا رجحان بھی نظر آتا ہے۔

مصحفیؔ کا اسلوب نہایت سلیس، بے حد سادہ اور تخلیقی نفاست کا حامل ہے۔اُن کے لہجے میں ایک دھیما پن اور ٹھہراؤ ہے جو اُن کی غزل میں ایک طلسماتی فضا پیدا کرتا ہے۔مصحفیؔ کو غزل پر ایک استادانہ کمال حاصل ہے۔وہ پائمال موضوعات کو بھی نئے انداز سے برتتے ہوئے اِن میں کوئی نہ کوئی جدّت کا پہلو پیدا کرتے ہیں۔ان کے کئی ایک اشعار کو ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے ''آبِ حیات'' میں لکھا ہے کہ ''یہ اُصولِ فن سے بال برابر بھی سرکتے نہ تھے۔کلام پر قدرتِ کامل پائی تھی۔الفاظ کو پس وپیش اور مضمون کو کم وبیش کر کے اس در وبست سے شعر میں کھپاتے تھے، کہ جو حق استادی کا ہے ادا ہو جاتا تھا''۔

مصحفیؔ کی غزلیات میں روانی اور جوانی پائی جاتی ہے۔وہ صحت زبان کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ان کے اشعار میں ترنم پایا جاتا ہے اور یہ کیفیت موزوں اصوات کی تکرار سے پیدا ہوتی ہے۔

غزل

ناگہ چمن میں جب وہ گل اندام آگیا
گل کو شکستِ رنگ کا پیغام آگیا

اٹھا جو صبحِ خواب سے وہ مست پُر خمار
خورشید کف کے بیچ لیے جام آگیا

افسوس ہے کہ ہم تو رہے مستِ خوابِ صبح
اور آفتابِ عمر لبِ بام آگیا

ہے جائے رحم حال پہ یاں اُس اسیر کے
جو گرتے ہی ہوا سے تہہِ دام آگیا

سمجھو خدا کے واسطے پیارے بُرا نہیں
دو دن ، اگر کسی کے کوئی کام آگیا

کر قطع کب گیا ترے کوچے سے مصحفیؔ ؟
گر صبح کو گیا ، وہیں پھر شام آگیا

مشق

۱۔ مصحفی کی شامل نصاب غزل میں جو تراکیب استعمال ہوئی ہیں اُنھیں تحریر کریں۔

۲۔ مصحفی کی غزل میں ردیف اور قافیوں کی نشان دہی کریں۔

۳۔ اس غزل میں سے چند مرکباتِ اضافی لکھیں۔

۴۔ ان مصرعوں کا مفہوم واضح کریں۔

- گل کو شکستِ رنگ کا پیغام آ گیا
- خورشید کف کے بیچ لیے جام آ گیا
- جو گرتے ہی ہوا تہِ دام آ گیا

۵۔ درج ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

گل اندام، پرشبار، کف، تہہِ دام، اسیر، آفتابِ عمر۔

۶۔ مصحفی کی غزل کے دوسرے شعر میں جس صنعت کا استعمال ہوا ہے، اس کی تعریف کریں اور دو مثالیں دیں۔

شعر:
وہ کلامِ موزوں جو بامقصد ہو، ایک خیال کو ظاہر کرے اور جس کے دونوں مصرعے ایک ہی وزن میں ہوں ''شعر'' کہلاتا ہے۔

مرزا اسداللہ خان غالبؔ

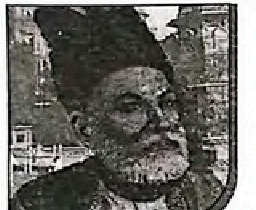

پیدائش: ۲۷ر دسمبر ۱۷۹۷ء

وفات: ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء

مرزا اسداللہ خان غالب آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں اسؔد اور بعد میں غالبؔ تخلص اختیار کیا۔ شاہی دربار سے نجم الدولہ اور دبیر الملک کے خطاب پائے۔ غالبؔ کے آبا وٗ اجداد ترک سلجوق تھے جو مغلیہ عہد میں ماوراء النہر سے ہندوستان آئے اور اچھے سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ ان کے چچا نصراللہ بیگ شاہی فوج میں رسالدار تھے۔ نوابانِ لوہارو سے مرزا غالب کا سسرالی رشتہ تھا۔ اپنی خاندانی وجاہت پر انھیں ناز تھا:

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزّت نہیں مجھے

اپنی شعرگوئی کے پہلے دور میں غالب نے مشکل پسندی اختیار کی لیکن پھر سادہ طرز اپنایا۔ خیال کی لطافت، بلندی، روزمرہ اور محاورات کا لطف، طرزِ ادا کی شوخی اور موضوعات کی رنگارنگی نے ان کے کلام کو منفرد اور دلکش بنا دیا۔ زندگی کے غموں اور دکھوں کے باوجود وہ خوش طبعی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ان کی شاعری کی ایک اہم خوبی مُحاکات ہے۔ وہ لفظوں سے تصویر کھینچ کر رکھ دیتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی شاعری کا انتخاب ''دیوان غالب'' کی شکل میں کیا اور ان کی شاعرانہ عظمت میں اس انتخاب کو بڑا دخل ہے۔ اُردو کا یہ عظیم شاعر دِلّی میں انتقال کر گیا۔

تصانیف: دیوانِ غالب، اُردوئے معلیٰ، عُودِ ہندی، لطائفِ غیبی، کلیاتِ غالب (فارسی)، قاطعِ برہان، دستنبو وغیرہ۔